پشتو ادب میں تحقیق کے ارتقائی سفر کا تنقیدی مطالعہ

نقیب اللہ احساس*

ڈاکٹر جاوید اقبال**

Abstract

The progress and decline in the field of research has a deep relation with nations, socioeconomic development. In almost every society where the field of research has a stable traditions, are directed towards the pathway of evolutionary progress.

The ancient biographies in Pashto are significantly indicated research activities through poetical and prose version, which provide strong evidences in the period between 900 to 1200.AH This undoubtedly considered to be the golden age of Pashto research but the credit goes to orientalists who later empowered the linguistic and literary tradition in 20th and 21st century where research in Pashto was brought forth into the mainstream. In this paper the progressive journey of Pashto literature is brought under perspective. The different ages and periods where various researches were produced are critically analysed. It is also highlighted in the paper that to what extent and how far the tradition or provision of research materials have helped the modern Pashto literary platforms.

پشتو زبان دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے، تا ہم اسکی ادبی تاریخ نسبتاً بہت ہی ما بعد کی ہے، جسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسکی تاریخ کو تحقیق کی کسوٹی پر اتنا

---

* ایم فِل سکالر، شعبہ پشتو جامعہ بلوچستان کوئٹہ

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ پشتو جامعہ بلوچستان کوئٹہ

نہیں پرکھا گیا کہ یہ ادبی تاریخ اپنی زبان کی قدامت سے تناسبی قرب پاسکے ۔پشتو ادب کی معلوم ادبی تاریخ ۱۳۹ھجر ی میں امیر کروڑ سے شروع ہوتی ہے جو پشتو کا پہلا شاعر مانا جاتا ہے۔۱۳۹ہجری سے لیکر۹۰۰ہجری کے زمانے تک آٹھ سو سالہ ادبی تاریخ میں اس زبان و ادب کا ارتقائی سفر منظّم طور پر آگے نہیں بڑھا ۔اس طویل عرصہ میں اگر ادبی تحقیق کے پہلو پر نظر دوڑائی جائے تو اس دور میں لکھی گئی کتابیں اب نایاب ہے البتہ *پٹہ خزانہ* (گنج مخفی) کے ذریعے ان کتابوں کے ناموں کے بارے میں ہمیں معلومات ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ کٹہ متیزئی کی کتاب *لرغونی پښتانہ* (قدیم پشتون) ہے۔ جسکے نام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک تحقیقی کتاب تھی اور ثابت ہوتا ہے کہ ہزار سال پہلے بھی پشتو علم و تحقیق کی زبان رہی ہے لیکن زمانے کی بے رخی نے اسکی حقیقت اور اہمیت کو گرد آلود کر دیا۔اس بارے میں صاحب شاہ صابر لکھتے ہیں:

"دپشتو د زوړ نثر ټوله دنیا په یو سو کتابونو ابادہ دہ دغہ کتابونہ روحانی، مذهبی، اخلاقی او تاریخی موضوعات لری اگرچے پہ دغہ کتابونو کی چی چرتہ چرتہ د تحقیق او تنقید نخشے نشانے او اشارے، کنایئے راځی. لکه فلاني وئيلي دي. د فلاني نہ روایت دے. د فلاني د بیاض نہ نقل دے. پہ فلاني کتاب کشي مي دنظره تير شوي دي. او دغہ دغسی نور هغه بیانونہ تر دے وختہ سند نہ لري، او کہ لري‌هم نو ډیر ضعیب وي.(۱)

> ترجمہ: پشتو کے قدیم نثر کا کل اثاثہ چند کتابوں پر مشتمل ہیں، یہ کتابیں روحانی،مذہبی، اخلاقی اور تاریخی موضوعات پر مشتمل ہیں، اگرچہ ان کتابوں میں کہیں کہیں تحقیق اور تنقید کی علامات اور اشارے دیکھنے کو ملتے ہیں، جیسے فلاں نے کہا ہے، فلاں سے روایت ہے، فلاں کی بیاض سے نقل ہے، فلاں کتاب میری نظر سے گزری ہے اور ایسے بیانات جو آج تک مستند نہیں ہیں اور اگر ہے بھی تو بہت ضعیف ہے۔

صاحب شاہ صابر کا تجزیہ بالکل درست ہے، کیونکہ تحقیق میں قیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لیکن اس دور کے بعد ۹۰۰ ہجری سے۱۰۰۰ہجری تک کا دور جوروشنیہ دور کے نام سے بھی یاد کیا جاتاہے، میں نظم اور نثر کے حوالے سے خاطر خواہ کام ہوا ہے۔

پشتو کے ابتدائی نثری کتابوں کے علاوہ متعدد واوین بھی اس دور میں سامنے آئیں جو پشتو زبان کی علمی سرمایہ میں اضافے کا موجب بنا۔ پشتو ادب کا یہ ارتقائی سفر جب سترویں صدی تک آن پہنچتا ہے تو ایک نیا دور اس کے استقبال کیلئے تیار رہتا ہے ۔یہ دور خوشحال خان خٹک کا زرین دور ہے ،اس ادبی دور کو زرین دور اس لیئے کہا جاتا ہے کہ اس دور میں پشتو ادب نے کلاسک ادب کا درجہ حاصل کیا، چاہے نظم ہو یا نثر فنی وفکری لحاظ سے تکمیل کا مرحلہ سر کیا۔تنقیدی شعور اُبھرا اور تحقیق کے حوالے سے بھی ابتدائی نقوش سامنے آئے۔

سلیمان ماکو

پشتو ادب میں گو کہ تحقیقی سرگرمیوں کا آغاز خوشحال خان خٹک کے دور سے ہوتا ہے تا ہم پھر بھی اس سلسلے کا پہلا قدم اس دور سے بھی چار سو سال پہلے اٹھایا گیا تھا۔ جب 612 ہجری میں سلیمان ماکو نے قدیم پشتون شعرا ء اور علماء کے حالات زندگی اور علمی خدمات کو اجاگر کرنے کیلئے ایک کتاب *تذکرۃ الاولیاء* کے نام سے مرتب کیا جو حالات اور زمانے کی ستم ظریفی کی وجہ سے مکمل حالت میں ہم تک نہیں پہنچ پائی۔ اس کے صرف سات صفحات محفوظ ہیں، جو علامہ عبدالحیٔ حبیبی کی انتھک تحقیقی کوششو ں کی بدولت دریافت ہوئی، جس کے بنیاد پر آج ہم یہ دعوی کر سکتے ہیں کہ پشتو زبان میں تحقیق کا آغاز آٹھ سو سال قبل ہوا تھا، اس کتاب کے ان محفوظ صفحات کے مطالعے اور مشاہدے سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کے مؤلف سلیمان ماکو نے پشتون مشاہیرکے حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے بہت سے سفر طے کئے۔ جن میں اُنہوں نے اپنے دور اور اپنے دورسے پہلے گزری ہوئی مشہور شخصیات کے بارے معلومات یکجا کی ہے، جیسے کہ اس بارے میں مؤلف خود لکھتا ہے کہ:

"په سن 12او 600د هجري تللی وم او د پشتونخوا په راغو او کليو گرځيدم او مراکداوليا وو او واصلينو پلټل اوپه هر لوري مي کاملان موندل او د دوی په خدمت يئے خاک پای وم او هر کله په سلام ورته ولاړ له سفره په کور کشينستم او تړاکی می

وچاودے د پشـو او بیـا پـاسیدم او له سشتنه می مرستون سوم چي حواله د هغه کاملانو وکاژم او دوی چي هغه ویناوي پاته کڑي دي او پشتانه یئے لولي ''. ۲

ترجمہ: میں نے اپنے سفر کا آغاز۶۱۲ہجری میں کیا اور پشتونخوا کے دیہاتوں میں گھومتا رہا، اولیاء اور واصلین کے مراقد تلاش کئے اور ہر جگہ کا ملین کو ڈھونڈا اور اُن کی خدمت میں حاضرہوا، اس سلسلے میں اتنا سفر کیا کہ پاؤں میں چھالے پڑ گئے لیکن اللہ سے مدد مانگی کہ ان کاملوں کے حالات لکھ پاؤں اور انہوں نے جو باتیں کہی ہیں پشتون اب اسے پڑھ سکے۔

تذکرۃ الاولیاء کے یہ چند صفات نہ صرف سوانحی تحقیق کی ایک ارتقائی سند ہے بلکہ اس میں پشتو کے قدیم اشعار بھی محفوظ ہے جس سے ہمیں دور قدیم کی پشتو شاعری کے مزاج اور رواج کا پتہ بھی چلتا ہے، اس کے علاوہ ان ساتھ صفحات کی بدولت ہمیں بیٹ نیکہ، اسماعیل سڑبنی ،ملک یار غرشین اور قطب الدین بختیار کا کی کے حالات زندگی اور شاعرانہ فن کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات ملتی ہیں۔سلیمان ماکو *تذکرۃ اولیاء* میں بیٹ نیکہ (بیٹن) کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وایـم حـمـد و سپـاس د لوی خاوند، نقل کاندي چي شیخ بیټني اوسید په غره د کسـے بـانـدي سـڑبن نه درلود زامن خدای مهربان د اسماعیل په برکت سڑبن ته دومره ورکڑل چي اوس شو گڑون د هغو''. ۳

ترجمہ:اللہ کے حضور میں حمد و سپاس گزار ہوں، کہا جاتا ہے کہ شیخ بیٹنی کوہ سلیمان میں رہتا تھا۔ سڑبن کے بیٹے نہیں تھے لیکن اللہ کے فضل سے اسماعیل سڑبنی کی اتنی اولاد پیدا ہوئی کہ اب ان کا گننا دشوار ہے۔

سلیمان ماکو کا یہ تذکرہ اگر ایک طرف پشتو ادب کی معلوم نثر کا آغاز ہے تو دوسری جانب اس حقیقت کا بھی مظہر ہے کہ پشتو ادب میں لکھنے کا آغاز ہی تحقیق سے ہوا ہے، جس سے ثابت ہوتا کہ پشتو زبان کا تحقیق سے آٹھ سو سال پرانا رشتہ ہے، کیونکہ تذکرہ نگاری میں تحقیق کا پہلو بہت نمایاں ہوتاہے اور یہی پہلو ہمیں *تذکرۃ اولیاء* میں بھی نظر آتاہے۔ اس کے علاوہ اس سے یہ حقیقت بھی ہم پر واضح ہوتی ہے۔ کہ اس زمانے میں بھی پشتو ادب نے اتنی وسعت پائی تھی جو اس احساس کو جنم دے سکے کہ بکھرے ہوئے

لکھاریوں اور شاعروں کو زمانے کے گرداب میں گم ہونے سے بچایا جائے اور دستاویزی شکل میں محفوظ کیا جائے۔ پشو زبان کے معروف محقق جناب زلمے ہیواد مل اس بارے میں لکھتے ہیں :

"د پشتو ژبي پخواني ليکوال سليمان ماکو د خپل اسلامي او ديني ذهنيت او د هغه زمان د مسلطو فکري او فرهنگي جريانونو تر اغيز لاندي د هغو پشتنو اولياوو احوال راټول کړي دي چې د ده په کول يئے ويناي اشعار پرے ايشي دي." [۴]

ترجمہ:پشتو زبان کے قدیم مصنف سلیمان ماکو نے اپنے اسلامی او دینی ذہنیت اور اس زمانے کے مسلط فکری اور فرہنگی حالات کے زیر اثر ان پشتون اولیاء کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں ہیں جنھوں نے بقول ان کے اشعار کہے ہیں۔

پشتو زبان کی ادبی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو سلیمان ماکو کے *تذکرۃ الاولیا* کے بعد تقریبا چار سو سال کی طویل مدت میں کوئی بھی مستند تحقیقی مواد نہیں ملا۔ تا ہم پشتو ادب کا یہ ارتقائی سفر جب گیارویں صدی ہجری میں داخل ہوتا ہے تو خوشحال خٹک جیسے نابغہ روز گار ہستی اسکی سر پرستی اپنے ذمے لیتا ہے جو نہ صرف پشتو ادب کے وجود میں نئ روح پھونکتا ہے بلکہ نہایت ہی جوانمردی اور جفا کشی سے اسے کلاسیکی ادب کا مقام دلاتا ہے، انہی کی بدولت پشتو زبان شاعری کے میدان میں دوسری زبانوں کا ہم پلہ بنتی ہے اور نثر کے حوالے سے بھی پشتو نثر جدت سے آشنا ہوتی ہے اور مضمون افرینی سادگی اور روانی کو اپنا لیتی ہے اور یوں پشتو ادب کا یہ دور زرین دور کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

خوشحال خان خٹک

پشتو ادب کے زرین دور میں جدید ادبی رجحانات کے ساتھ ساتھ تحقیق کے شعبے میں فعالیت پیدا ہوتی ہے ایک محقق کی حیثیت سے خوشحال خان خٹک یہ انفرادیت رکھتا ہے کہ ان کے تحقیقی آثار صرف نثر کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ انہوں نے منظوم انداز میں بھی تحقیق کو فروغ دیا ہے۔ *طب نامہ* خوشحال خان خٹک کی وہ منظوم کتاب ہے جس میں انہوں نے مختلف طبی مسائل، بیماریوں کی علامات اور ان کا علاج اپنے زمانے کی تحقیق کی روشنی

میں نہایت ہی پر اثر شاعرانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

انہوں نے اگر چہ باقاعدہ طور پر طب کا علم حاصل نہیں کیا تھا تا ہم اپنے عصر کی طبی کتابوں کا بھر پور مطالعہ کیا تھا، اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خوشحال خٹک کا ذہن کتنا تحقیقی تھا۔

شفا علیل ایک مشہور طبی کتاب ہے جس کا انہوں نے مطالعہ کیا تھا اور اس کا حوالہ منظوم انداز میں اپنی کتاب *طب نامہ* میں بھی طبی مسائل کے حوالے دیے اور لکھا ہے :

د نزول علت بلادی

د چامه شه لا دوا دی

ما یو نقل اوریدلی

په شفا علیل کی کشلی

هغه نقل درته کشمه

زه پخپله نه وایمه ۵

ترجمہ:علت نزول ایک بلا ہے
لاحق نہ ہو لا دوا ہے
میں نے نقل ایک سنا ہے
شفاء علیل میں لکھا ہے
وہی نقل لکھ رہا ہوں
نہ کہ خود سے کہہ رہا ہوں

اس شعر میں انہوں نے تجزیئے سے زیادہ حوالے پر انحصار کیا ہے جس سے ان کا محققانہ مزاج کھل کر سامنے آتا ہے۔ اپنی اسی کتاب *طب نامہ* میں ایک اور طبی کتاب *لوی طب* کا حوالہ کچھ یوں بیان کرتا ہے:

خو پرہیز دی پرے سخت وی
زر بہ روغ شی کہ دی بخت وی
پہ لوی طب کی ما لیدلی

بیا پہ خود می ازموئیلی۶

ترجمہ

سخت پرہیز اگر کرے گا
صحت مند بھی جلد ہوئے گا
پڑھا ہے میں نے لوی طب سے
آزمایا بھی ہے قریب سے

مذکورہ بالا شعر میں بھی تجزیاتی مشاہدے کی بجائے تجرباتی نتائج بیان کیے گئے ہیں جو جدید دور کے سائنسی تحقیق کے عین مطابق ہیں۔

خوشحال خان خٹک کی نثر کی کتابوں میں *دستار نامہ* بھی تحقیق کے حوالے سے اہمیت کی حامل کتاب ہے جو ان کے سیاسی اور فلسفیانہ افکار پر مشتمل ہیں، اس کتاب کے پہلے باب میں ایک سربراہ کیلئے بیس ہنروں او دوسرے باب میں بیس ایسی خصلتوں پر بحث کی گئی ہیں جس کا تعلق سیاست اور ریاست کے امور سے ہیں، اس کتاب کا اگر تحقیق کے زاویے سے جائزہ لیا جائے تو خوشحال خان خٹک نے اس میں اپنے سیاسی نظریات اور فلسفیانہ افکار کو بیان کرنے کیلئے حوالے کے طور پر قرآنی آیات، آحادیث اوردیگر حکایات کا ذکرکیا ہے۔ اس بارے میں یارمحمد مغموم یوں رقم طراز ہے:

”د دستارنامے پہ لوستو لوستونکي د خوشحال بابا علمي عظمت او د مطالعه وسعت هم واضح شي په اوسنی زمانه کشے چي د جدید تحقیق ټول سهولتونه موجود دي بیا هم طالبعلم د تحقیق په لار کشے د ګنړو مشکلاتو سره مخ کیږي او خپل تحقیق دومره په منظمه او مرتب طریقه سر ته نشي رسولی لکه چي خوشحال بابا د دغه سهولتونو د عدم موجودګئ باوجود تر سره کړے دے. د هر یو هنر او خصلت د اهمیت واضحولو او د دے د تاریخي اهمیت ثابتولو دپاره یئے د قرآن پاک د آیاتونو، د رسول الله ﷺ د حدیثونو، د فارسي او پشتو د شعرونو او د حکایتونو او مقولو په شکل کشے مستعندے حوالے وړاندي کړي دي“.۷

ترجمہ:دستارنامے کے مطالعے سے قاری پر خوشحال بابا کی علمی عظمت اور مطالعے کی وسعت اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ آج کے دور میں جدید تحقیق کی تمام سہولتیں موجود ہیں، پھر بھی طالب علم کو تحقیق کی راہ میں بہت سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اپنی تحقیق اس قدر منظّم طریقے سے تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے جیسے خوشحال خٹک نے ان سہولتوں کے عدم موجودگی میں تکمیل کو پہنچایا ہے۔ ہر ایک ہنراور خصلت کی اہمیت کو واضح کرنے اور اس کی تاریخی اہمیت کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے قرآنی آیات، احادیث رسول، فارسی و پشتو اشعار، حکایتوں اور مقولوں کی شکل میں مستند حوالے پیش کیے ہیں۔

افضل خان خٹک

پشتو زبان کی تحقیقی ادب کے اس ارتقائی سفر میں ایک اور شاہکار کتاب *تاریخ مرصع* ہے جو آج سے تقریباً تین سو سال پہلے خوشحال خان خٹک کے پوتے افضل خان خٹک نے لکھی تھی۔یہ کتاب تین حصوں میں منقسیم ہیں اس کے پہلے حصے میں *مخزن افغانی* کا ترجمہ ہے اور پشتونوں کی نسب ونسل پر بحث کی گئی ہے اور ساتھ ہی لودھی اور سوری بادشاہوں کے بارے میں تحقیقی اور تاریخی نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ دوسرے حصے میں مصنف نے اپنے خاندان اور دیگر پشتونو ں کے بارے میں معلومات بیان کی ہیں ،کتاب کا آخری حصہ پشتون اولیاء کے حالات زندگی کا احاطہ کرتاہے۔ تاریخ مرصع بنیادی طور پرتاریخی تحقیق ہے اس کے مصنف کے ابا ؤ اجداد کا عملی سیاست میں حصہ رہا ہے ،اس لئے ان کا بھی بادشاہوں اور بڑے لوگوں کے حالات پر نظر آ رہا ہے اور بہت ہی محققانہ انداز سے ان حالات و واقعات کا جائزہ لیا ہے۔ اس مقصد کے لئے مصنف نے ماخذات سے بھی استفادہ کیا ہے اور ساتھ ہی اپنے دور کی شفاہی معلومات کو اکٹھا کر کے اور اپنے مشاہدے کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر کو آگے بڑھایا ہے۔

پشتو زبان اور پشتونوں کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو *تاریخ مرصع* اپنی تنوع اور جامعیت کے اعتبار سے آج تک کے معلوم کتابوں میں ثانی نہیں رکھتی اور اس موضوع پر حوالے کیلئے ایک مستند کتاب گردانی جاتی ہے، کیونکہ اس کتاب کے لکھنے کے لئے افضل خان خٹک نے بھر پور تحقیق سے کام لیا ہے اور کتاب میں باقاعدہ حوالے

دیئے ہیں، مثلاً وہ واقعات جو خوشحال خان خٹک کے زندگی سے متعلق ہیں اور تاریخی سند کی حیثیت رکھتے ہیں ان کو مولف نے یا تو خوشحال خان خٹک کے بیاض سے اخذ کئے ہیں یا پھر اپنے دور کے بزرگوں یا اپنے والد اشرف خان ہجری سے اپنے دادا کے متعلق معلومات اور واقعات یکجا کئے ہیں جو آج کے جدید دور کے طریقہ تحقیق کے عین مطابق ہے۔ راج ولی شاہ خٹک اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

"تاریخ مرصع د افضل خان خټک د پښتنو د تاریخ وړومبی داسي کتاب وو چي د دے خاوري او په دے خاوره اوسیدونکي پښتون، پښتنو ته د هغوی په خپله مورنی ژبه پښتو کښے ولیکه. دا یو ډیر اهم تاریخي پیشرفت وو، په دے چي تاریخ مرصع د پښتون د تاریخ د هغه اثر په باب له یو قوي اندروني شهادت یو اهم سند او ماخذ هم دے. د تاریخ مرصع د دوباره یاتیدو نه وړاندي د پښتنو په حقله یا د دوی د قام د تاریخ په حواله ډیري تیروتني را مخکښے شوے وے. کله چي انګریزانو د پښتون اولس په د تحقیق د کار شروع وکړه نو تاریخ مرصع یئے د اهم بنیادي دستاویز په هیس د تیارے نه رنړا ته را ووایستو، داسي یئے د پښتو په تاریخ د دوی په اصل نسل د تحقیق او سیړني کار یو نوے او اصل رنګ اخستل شروع کړل". ۸

ترجمہ: افضل خان خٹک کی کتاب *تاریخ مرصع* پشتونوں کی تاریخ کی وہ پہلی کتاب ہے جو اس سرزمین کے باسی پشتون نے پشتونوں کے لئے ان کی اپنی مادری زبان پشتو میں لکھی ،اور یہ ایک بہت اہم تاریخی پیشرفت تھی، اس لئے کہ *تاریخ مرصع* پشتونوں کی تاریخ کے اس عصر کے بارے میں ایک قوی داخلی شہادت، ایک اہم سند اور ماخذ بھی ہے۔ *تاریخ مرصع* کے منظرعام پر آنے سے قبل پشتونوں کے بارے میں تاریخ کے حوالے سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو چکی تھی،جب انگریزوں نے پشتونوں کی تاریخ پر تحقیق کا آغاز کیا تو *تاریخ مرصع* کو ایک اہم دستاویز کی حیثیت سے سامنے رکھا اور اس طرح انہوں نے پشتونوں کی تاریخ، ان کے نسب ونسل پر تحقیق کے عمل نے ایک نیا اور اصل رنگ لینا شروع کیا ۔

پشتو زبان کو ماضی میں چونکہ سرکاری اور درباری سرپرستی حاصل نہیں رہی۔ اسکی تاریخ بھی زیادہ تر دوسری زبانوں میں لکھی گئی تھی۔ ان حالات میں افضل خان خٹک نے جو خوشحال خان خٹک کی تحریک کے نتیجے میں پشتونوں کی تاریخ پہلی مرتبہ پشتو میں لکھی اور وہ

تاریخی حقائق جو پشتونو ں کے بارے میں تاریخ کی فارسی کی کتابوں میں نہیں تھے یا پوشیدہ رکھے گئے تھے، ان حقائق کو بھی بہتر تحقیقی انداز میں آنے والے نسلوں کے لئے سامنے لایا۔

محمد ہوتک بن داوٗد

افضل خان خٹک کے عصر کا ایک اور پشتون لکھاری محمد ہوتک بن داوٗد بھی ہے ،جنہوں نے پشتو ادب کو *پٹہ خزانہ* (*گنج مخفی*)کے نام سے ایک بیش بہا تحفہ دیا ،یہ کتاب نہ صرف پشتو ادب کا ایک اہم باب ہے بلکہ تحقیق کے حوالے سے بھی پشتو زبان کا قیمتی اثاثہ ہے۔ اس لئے کہ اس کتاب میں پشتو کی کئی قدیم کتابوں اور مصنفوں کے بارے میں معلومات محفوظ ہیں، اس زمانے کے نامور لکھاری جو زمانو ں کے گرداب کے تلے دب چکے تھے، اس کے ذریعے ان کی زندگی، علمیت اور قابلیت کے بارے میں معلومات عیاں ہوئی اور یہ ثابت ہوا کہ جس طرح پشتو ایک قدیم زبان۔ اس طرح اس کا تخلیقی ادب بھی قدامت رکھتا ہے لیکن حالات کی ستم ظریفی واقعات اور جنگ و جھگڑو ں نے اس سے بہت کچھ چھینا ہے۔اس کتاب کے بارے میں پشتو کے نامور محقق و نقاد عبدالکریم بریالیؔ لکھتے ہیں:

"پټه خزانه د پښتو ژبي هغه درونډ او غوره کتاب دی چي د ادب پر تاريخ او ثقافت باندي مستند معلومات لري. دا کتاب د کندهار د هوتکي دورے د شاه حسين په دربار کښي محمد بن داود هوتک د هغه په غوښتنه په کال 1141هجرى کښي ليکلئ دی. د 51شاعرانو دا تذکره د ډيرو ګټورو او تاريخي ادبي او علمي معلوماتو ذخيره ده چي ارواښاد پروفيسر عبدالحی حبيبي په کوټه کښي د عبدالعلي اخوند زاده سخه موندلے او په کال 1944کښي يئے د ژور تحقيق او غوره تعليقاتو سره د پښتو ټولني کابل سخه چاپ کړه".(۹)

ترجمہ:*پٹہ خزانہ* (*گنج مخفی*)پشتو زبان کی وہ معتبر کتاب ہے جو ادب، تاریخ اور ثقافت پر مستند معلومات رکھتی ہے ۔یہ کتاب قندہار کے ہوتک دور کے شاہ حسین کے دربار میں محمد بن داود ہوتک نے ان کی خواہش پر 1141ھجری میں لکھی تھی۔ ۵۱ شاعروں کا یہ تذکرہ

بہت سی مفید اور تاریخی ادبی اور علمی معلومات کا ذخیرہ ہے جو مرحوم پروفیسر عبدالحئی حبیبی نے کوئٹہ میں عبدالعلی اخوندزادہ سے حاصل کی اور1944میں گہری تحقیق اور معلوماتی حاشیوں کے ساتھ پشتو ٹولنہ کابل سے شائع کیا۔

اس کتاب کے مولف محمد ہوتک نے اپنے ہم عصر شعراء و ادباء کے علاوہ قدیم لکھاریوں کے حالت زندگی اور کلام کے نمونے مختلف ذریعوں سے اکٹھی کیں اور بادشاہ وقت کی خواہش پر اسے کتابی شکل دی اور اسے پٹہ خزانہ (گنج مخفی) کا نام دیا۔ اگر دیکھا جائے تو اس کتاب میں بھی تحقیقی رنگ غالب نظر آتا ہے۔ اس بارے میں مولف کا کہنا ہے:

"ما غوشته چي زه د پشتنو شاعرانو تذکره وکاژم او د دوی احوال سره را ټول کاندم.... شکاره دي وي چي ما له ديرشو کلو را ايسے د ډيرو شاعرانو د پشتنو احوالونه را ټول کړي دي او هغه وختونه چي د پشتونخوا پر لتو گرځدم له وگړو سخه مي ډير شه حالونه اوريدلي دي او اوس هغه ټول د خپل بادشاه ظل الله په غوشتنی کاژم د دے کتاب نوم دی "پټه خزانه" ځکه چي دلته هغه حوالونه راغلي دي چي پټ و نه و شکاره". ۱۰

ترجمہ: میں چاہتا تھا کہ پشتون شعراء کا تذکرہ لکھوں اور ان کے بارے میں معلومات اکٹھی کروں۔۔۔ واضح رہے کہ میں نے کئی سالو ں سے بہت سے پشتون شعراء کے بارے معلومات اکھٹی کی ہیں اور اس وقت جب میں پشتونخوا کے بیابانو ں میں گھومتا رہا ،لوگوں سے بہت اچھی معلومات حاصل کی ہیں، اب ان تمام معلو مات کو اپنے بادشاہ ظل اللہ کی خواہش پر لکھ رہا ہوں اس کتاب کا نام ہے پٹہ خزانہ اس لئے اس میں وہ معلومات آئی ہیں جو پوشیدہ تھیں۔

پشتو ادب جدید دور میں

پٹہ خزانہ جو شاعرو ں کا تذکرہ ہے اس کی تمام معلومات تحقیق کے طرز پر اکٹھی کی گئیں ہیں۔ چونکہ مولف خود کہتا ہے تمام معلومات پوشیدہ تھی اور میں نے ان کو واضح کرانے کیلئے مختلف ذرائع کا استعمال کیا۔ اس لحاظ سے پٹہ خزانہ کو تحقیقی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں۔ پشتو ادب اپنے اس ارتقائی سفر میں جب کلاسیکل دور سے جدید دور میں داخل ہوتا

ہے تو نئے دور کے نئے تقاضوں سے جہاں ہم آہنگی پا لیتی ہے تو دوسری جانب اس کی تحقیق کا عمل بھی جدید سائنسی طریقوں پر استوار ہو جاتا ہے، اس جدید طرز تحقیق کی بنیاد پشتو میں مستشرقین نے رکھی،مستشرقین نے نہ صرف پشتو کا قدیم ادبی سرمایہ محفوظ کیا بلکہ قدیم اور کلاسیکل پشتون لکھاریوں اور شاعروں کے بارے میں ایسے حقائق عیاں کئے جو اس سے قبل پوشید ہ تھے۔ انہوں نے پشتو ادب کا دوسری زبانوں میں تراجم کرکے دنیا کو اس ادب سے متعارف کرایا۔ ان مستشرقین نے پشتو فولکلور(گھریلو قصے کہانیاں)، ثقافت ،لغت اور تاریخ پر تحقیقی کتابیں مرتب کیں۔ جو پشتو ادب کا ایک بیش بہا اثاثہ مانا جاتا ہے۔

اس حوالے سے پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی کے سابق ڈائریکٹر محمد نواز طائر کا کہنا ہے کہ :

”د دې مستشرقينو دې انقلابي روش په پشتو ژبه کشې د جديديت د نوو لارو چارو مخه روانه کړيده، ساده او روان نثر ته يئې په کشې رواج ور کړې دى. داسي ډيري ادبي، تاريخي، ثقافتي‌او اخباري اصناف يئې په کشې د خپلو ژبو د لارو چارو او ادبي خزانو سخه دې ته بالواسطه او بلا واسطه سوغات کړي دي. دغه شان د دې ژبي لاري چاري، لغات، گرائمر، ادبيات او د دې د زدکړي او د دې سخه د استفاده کولو ميدان يئې داسي انداز بشپړه کړې دى چي هم يئې په خپله دا ژبه زده کړې ده. او هم يئې نور ورته راغب کړي او هسولي دي. او د دې نوموړي قام په تاريخ يئې نوره دنيا خبره کړې ده. “(۱۱)

ترجمہ: ان مشترقین کی اس انقلابی روش نے پشتو زبان میں جدیدیت کی نئی راہیں ہموار کئے ،نثر میں سادگی اور روانی کو رواج دیا، ایسے کئی ادبی، تاریخی، ثقافتی اور اخباری اصناف کو اپنی زبانوں کے مروجہ طریقہ کار کے مطابق ادبی خزانو ں سے بالواسطہ اور بلا واسطہ پشتو ادب کو عنایت کئے۔ اور یوں اس زبان کے معمولات، لغات، گرائمر، ادبیات اور اس کو سیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کے لئے ایسا طریقہ کار وضع کیا، کہ خود بھی یہ زبان سیکھی اور دوسروں کو بھی اس طرف راغب کیا اور دنیا کو اس قوم کی تاریخ سے روشناس کرایا۔

ان مستشرقین نے اگرچہ یہ اقدامات اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کیلئے اٹھائے تھے پھر بھی یہ پشتو زبان و ادب کی ترقی کا ایک اہم باب ثابت ہوا۔ انہوں نے پشتو ادب

میں تحقیق کی ایک ایسی روایت کی بنیاد رکھی جس سے اس کا ماضی بھی محفوظ ہوا، اور مستقبل کیلئے بھی راہیں کھل گئی۔ اور یوں پشتو ادب بین الاقوامی ادبیات کے رجحانات اور ترجیحات سے واقف بھی ہوا ۔ان مستشرقین کی خدمات کے حوالے سے محمد زبیر حسرت لکھتے ہیں کہ:

"دا عجیبه اتفاق دی چی په پشتو کشے د تحقیق د جدید روایت ابتداء غیر پشتنو محقیقینو کڑے دہ، چی موژ یئے د مستشرقینو په نامه پیژنو هغوی زڑہ پشتو ادبی سرمایه محفوظه کڑہ او د آئنده نسلونو دپارہ یئے یو بیش قیمته پنگه پریشودہ. (۱۲)"

ترجمہ: یہ عجب اتفاق ہے کہ پشتو میں جدید تحقیق کی روایت غیر پشتون محققین نے رکھی ہے جنہیں ہم مستشرقین کے نام سے جانتے ہیں، ان لوگوں نے قدیم پشتو ادبی سرمایہ محفوظ کیا اور آئندہ نسلوں کے لئے ایک بیش بہا قیمتی سرمایہ چھوڑ گئے۔

مستشرقین کی ان تحقیقی اور ادبی خدمات کا یہ اثر ہوا کہ خود پشتون محققین نے بھی جدید دور کی ادبی تحقیق کو اپنا لیا،دوست محمد خان کامل نے پہلی مرتبہ پشتو زبان ،ادب اور تاریخ پر جدید اور سائنسی طرز سے تحقیق کی۔ *خوشحال خان خٹک* (اردو) *رحمان بابا* ،*تاریخ مرصع*، *کلیات خوشحال خان خٹک*، *کلیات رحمان بابا*، اور *دیوان سکندر خان خٹک*، ان کی قیمتی اور بلند درجے کی تحقیقی خدمات ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف جرائد اور روز نامو ں میں ان کے متعدد تحقیقی مقالے شائع ہو چکے ہیں۔ جدید دور کے پشتو محققین میں دوسرا بڑا نام سید تقویم الحق کاکا خیل کا ہے جنہوں نے کئی کلاسیکل شعرا کے دواوین پر تحقیق کی، ان پر حواشی نگاری کے ساتھ ساتھ جامع مقدمے لکھے، متعدد تحقیقی مقالے اور مضامین شائع کروائیں۔ اسی طرح جناب ہمیش خلیل کا کلاسیکل شاعرو ں عبدالقادر خان خٹک، مرزا خان انصاری، اشرف خان ہجری ،حسین، سعید خان خٹک، بیدل، کاظم خان شیدا، رحمت اللہ داوی، قنبر علی کے دواوین کی ترتیب اور تدوین کی اور ان پر جامع مقدمے لکھے ہیں، جو ان کی اعلی ادبی خدمات اور تحقیقی کاوشیں ہیں، *ورکه خزانه* (دو جلد) *پښتانه لیکوال* (تین جلد) اور کئی تحقیقی مقالے اس کے علاوہ ہیں۔

پشتو ادبی تحقیق کے میدان میں دور جدید میں بہت بڑے بڑے نام پیدا ہوئے جن میں قاضی عبدالحلیم اثر، عقاب خٹک، خواجہ محمد سائل، پریشان خٹک،، نواز طائر، قلندر مومند،

پروفیسر افضل رضا، داور خان داود، پروفیسر ولی محمد سیال کاکڑ، سعید گوہر، عبدالکریم بریالی اور بہت سارے دوسرے نام شامل ہیں۔

پشتو زبان و ادب کے لئے بہت سارا تحقیقی کام سندی تحقیق کے ذریعے بھی ہو رہا ہے، جن کی سرپرستی مختلف یونیورسٹیاں، علمی اور ادبی اکیڈمیاں کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر حنیف خلیل اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''پشتو زبان و ادب کی مختلف پہلوؤں پر دنیا کی کئی یونیورسٹیوں میں باقاعدہ اور باضابطہ طور پر تحقیقات کی جارہی ہیں، اور ماسٹر کے علاوہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے مقالات لکھے جا رہے ہیں، ابتک روس، امریکہ، انگلینڈ، جرمنی، چین، ہندوستان، ایران، افغانستان اور پاکستان کی جامعات میں پشتو زبان و ادب پر تحقیقی کام کیا گیا ہے''(۱۳)۔

ان یونیورسٹیوں اور اکیڈمیوں کی تحقیقی سرگرمیوں سے تحقیق کے حوالے سے بہت ہی موزوں حالات پیدا ہوئے ہیں، اور بہت سے محققین نے تحقیقی مقالے لکھ کر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس سلسلے میں پشاور یونیورسٹی کے شعبہ پشتو اور پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی کا کردار نمایاں ہے شعبہ پشتو پشاور یونیورسٹی سے۱۹۸۳ ء میں محمد اقبال نسیم خٹک نے پشتو زبان میں پہلی پی ایچ ڈی ڈگری لینے کا اعزاز حاصل کیا اور یوں یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا، اور پشتو زبان و ادب میں متعدد پی ایچ ڈی سکالرز پیدا ہوئے، جن میں محمد اعظم اعظم، پرویز مہجور خویشکی، شاہ جہان، نصیر احمد، یاسمین خان، ہمایون ہما، سلمی شاہین، راج ولی شاہ خٹک ،عبداللہ جان عابد، حنیف خلیل اور دیگر سکالرز کے نام قابل ذکر ہیں۔

بلوچستان یونیورسٹی کے شعبہ پشتو میں بھی تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیقی حوالے سے بھی متعدد کاوشیں سامنے آئی ہیں۔ یہاں سے بھی کئی سکالرز نے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں جن میں نصیب اللہ سیماب، نصر اللہ جان وزیر، جاوید اقبال اقبال، فیض اللہ پانیزی اور برکت شاہ کاکڑ کے نام قابل ذکر ہیں۔اور کئی دیگر سکالرز پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لینے کے لئے تحقیق کا عمل جاری رکھے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، باچا خان یونیورسٹی چارسدہ اور ولی خان خان یونیورسٹی مردان کے شعبہ پشتو میں بھی سندی تحقیق کے حوالے سے تحقیقی سرگرمیاں جاری ہیں۔

پاکستان کے اعلیٰ تعلیمی کمیشن کے زیر سرپرستی پشتو زبان میں دو تحقیقی جرنل بھی شائع ہورہے ہیں جن میں ایک پشاور یونیورسٹی پشتو اکیڈمی کے زیر اہتمام سہ ماہی پشتو کے نام سے ۱۹۵۵ء سے اشاعت پذیر ہے اور دوسرا بلوچستان یونیورسٹی کے شعبہ پشتو سے شش ماہی تکتو کے نام سے ۲۰۰۹ء سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔

پشتو زبان کا دوسرا بڑا مرکز افغانستان ہے جہاں حکومتی سرپرستی اور ذاتی حیثیت میں پشتو زبان اور ادب کے لیے گران قدر تحقیقی خدمات ہورہی ہیں۔ اس بارے میں پروفیسر محمد زبیر حسرت لکھتے ہیں:

”دمستشریقینو نه پس ته پشتو کښے له ټولو زیات تحقیق په افغانستان کښے شوے دے. بلکے که حقیقت ته وکتلے شي نو د افغانستان لیکونکو د مستشریقینو کار خپل بنیاد گرځولے دے او هغه یئے وسیع کړے دے“. ۱۴

ترجمہ:مستشرقین کے بعد پشتو زبان میں زیادہ تحقیق افغانستان میں ہوئی ہے، اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو افغانستان کے محققین نے مستشرقین کے کام کو اپنی بنیاد ٹھہرایا ہے بلکہ اور اسے وسعت دی ہے۔

افغانستان کے محققین میں سب سے بڑا نام علامہ عبدالحئ حبیبی کا ہے جن کی 130 کتابیں پشتو اور فارسی میں شائع ہوچکی ہیں اور ان میں زیادہ تر کتابیں تحقیق کے حوالے سے ہیں، انہوں نے ادبی تحقیق کے ساتھ ساتھ لسانیات اور پشتونوں کی نسب نسل کے بارے میں بھی تحقیق کی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے سینکڑوں تحقیقی مقالے مختلف جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

افغانستان کے محققین میں صدیق اللہ رشتین دوسرا بڑا نام ہے، جنھوں نے تحقیق کے موضوع پرمتعدد کتابیں اور تحقیقی مقالے لکھے ہیں اور خاص کر کلاسیکل شعراء کے دواوین اور شاعری پر تحقیق ان کی گراں قدر ادبی خدمات ہیں۔ ان کے علاوہ گل باچا الفت، قیام الدین خادم، عبدالرؤف بینوا، عبدالشکور رشاد، عبداللہ بختانی، محمد صدیق روہی، حبیب اللہ رفیع، زلمے ہیواد مل کے علاوہ اور بہت سارے محققین نے پشتو زبان و ادب کے لیے ناقابل فراموش تحقیقی خدمات انجام دی ہیں۔

نتیجہ و خلاصہ:

اس مقالہ میں ہم نے پشتو زبان میں تحقیق کے ارتقائی سفر کا ایک خاکہ پیش کیا ہے، اس خاکہ کے روشنی میں مختلف زاویوں سے اس موضوع پر مزید بھی تحقیقی کام ہوسکتاہے۔ اور اس میں مستقبل کے محققین کے لیے کافی گنجائش بھی موجود ہے۔ لہذا دیئے گئے حوالہ جات کے روشنی میں یہ کہہ سکتے ہیں، کہ گزشتہ 800سال سے پشتو میں جو تحقیقی کام ہوا ہے۔ اُس کی رفتار مختلف ادوار میں یقیناً سست بھی رہی ہے۔ اور اس کی کئی وجوہات بھی ہیں، جن کے بارے ہم نے اشارے بھی کیئے ہیں۔ لیکن بیسو یں اور ایکسویں صدی میں جو تحقیقی کام ہوا ہے۔ وہ کافی تسلی بخش ہے۔ اور اس تحقیقی کام کے لیے بنیاد فراہم کرنے کے حوالے سے گزشتہ ادوار میں ہونے والی تحقیق کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

حوالہ جات

۱۔ صابر، صاحب شاہ، *پہ پښتو ادب کښے تحقیق او تنقید*، پشتو ادبی جرگہ ملاکنڈ، ۱۹۹۵ء، ص۲۹۔

۲۔ ماکو، سلیمان، *تذکرۃ الاولیاء*، د علامہ حبیبی د سیڑنو مرکز، ۲۰۰۰ء، ص۶۔

۳۔ ایضاً، ص۷

۴۔ ہیوادمل، زلمی، *د پښتو ادبیاتو تاریخ*، جلد اول، دانش نشراتی مؤسسہ پشاور، ۲۰۰۰ء، ص۵۸۔

۵۔ خٹک، خوشحال خان، *طب نامہ، مشمولہ د خوشحال کلیات*، اشاعت سوئم، دانش خپرندیہ ٹولنہ پشاور، ۲۰۱۳ء، ص۸۶۵۔

۶۔ ایضاً ص ۸۷۴۔

۷۔ مغموم، یارمحمد، *مقدمہ مشمولہ دستارنامہ*، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، ۲۰۰۵ء، ص ح۔

۸۔ خٹک، راج ولی شاہ، *سریزہ مشمولہ د پښتو تاریخ*، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، ۲۰۰۴ء، ص الف۔

۹۔ بریالی، عبد الکریم، *پټہ خزانہ دحقیقت پہ آئینہ کښے*، پشتو اکیڈمی کوئٹہ، ۲۰۰۳ء، ص۳۱۔

۱۰۔ ہوتک، محمد بن داود، *پټہ خزانہ*، اشاعت دوئم، د پوہنی وزارت دارالتالیف کابل، س ن، ص۶۔

۱۱۔ طائر، محمد نواز، *سریزہ مشمولہ پښتو او مستشرقین*، پشتو اکیڈمی پشاوریونیورسٹی، س ن، ص۱۷۔

۱۲۔ حسرت، محمد زبیر، *ادبی مقدمے*، جلد اول، زرپاڼرہ پرنٹرز پبلشرز پشاور، ۲۰۱۰ء، ص۱۱۳۔

۱۳۔ خلیل، حنیف، *پښتو زبان و ادب کی تاریخ*، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور، ۲۰۰۹ء، ص۴۶۵۔

۱۴۔ حسرت، محمد زبیر، *ادبی مقدمے*، ص۱۱۴۔